۱۰- دانش پژوهی بزرگ و استاد بزرگوارم پروفسور دکتر ظهورالدین احمد ، رئیس اسبق بخش زبان و ادبیات فارسی دانشکدهٔ دولتی لاهور و استاد بخش فارسی دانشکدهٔ خاور شناسی دانشگاه پنجاب ، لاهور ، دربارهٔ شعرای فارسی گوی قدیم و معاصر هند و پاکستان به درجهٔ تخصص نایل آمده ، و در این زمینه کتاب هائی مفید تألیف نموده است. بنده در یک دیداری با ایشان ، روز شنبه ، به تاریخ ۲۸ اکتبر ۱۹۸۹م. دربارهٔ شعر گوئی مرحوم صوفی از ایشان سؤال کردم. برایم بسیار حیرت آور بود که باوجود همکاری طولانی با مرحوم دکتر صوفی در دانشکدهٔ دولتی لاهور ، ایشان از شعرگوئی آن مرحوم خبری نداشتند. دکتر صوفی قریحهٔ شعر گوئی اش را تا این اندازه در پردهٔ خمول و اخفاء نگه می داشت که حتی همکاران نزدیکی اش هم از آن مطلع نبودند !

۱۱- نامهٔ دکتر محمد ذوالفقار علی رانا به نام دکتر خورشید رضوی ، ۱۰ اکتبر ۱۹۸۹. اینجانب روز جمعه ۲۷ - اکتبر ۱۹۸۹م در منزل آقای دکتر رانا [۵۰۸ - جی گلشن راوی ، لاهور] «کچکول ضیاء» را خواندم ، وبا اجازهٔ دکتر مزبور بعضی از ابیاتش را برای استفاده در این مقاله نقل نمودم.

۱۲- همان مآخذ

* ڈاکٹر غلام محمد جعفر

ذکری مذہب کی مختصر تاریخ اور اس کے معتقدات

ذکری مذہب بلوچستان میں صرف مکران ڈویژن تک محدود ہے ۔ اس مذہب کی تاریخ اور اس کی ابتداء کا صحیح تعین کرنا بہت مشکل ہے ۔ کیونکہ ذکری مذہب اور اس کے بانی کے بارے میں نہ تو زیادہ لٹریچر موجود ہے اور نہ ہی کسی محقق نے اس تحریک پر تحقیقی کام کیا ہے ۔ مقالہ ہذا میں اس مذہب کی مختصر تاریخ ، اور اس مذہب کے پیرو کاروں کے معتقدات کو پیش کرنے کی ایک حقیر سی کاوش کی گئی ہے ۔ جہاں تک اس مذہب کی ابتداء اور اس کے بانی کا تعلق ہے ۔ تو اس بارے میں حتمی رائے قائم کرنا بہت مشکل ہے ۔ البتہ بعض مؤرخین اور مصنفین نے اس تحریک کا تعلق مہدی جون پوری کی تحریک سے قائم کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً ہینری فیلڈ (Henry Field) اس تحریک کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں ۔

”جب محمد جون پوری اپنے مخصوص خیالات و نظریات کی پاداش میں ہندوستان سے نکالے گئے تو وہ گجرات ، بیکانیر ۔ اور جیسلمیر کے راستے سندھ میں وارد ہوئے ۔ لیکن انھیں ٹھٹہ سے دوبارہ نکلنا پڑا ۔ پھر انھوں نے قندھار کی راہ اختیار کی ۔ جہاں شاہ بیگ ارغون آن کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا ۔ لیکن وہاں کے علماء اور عوام ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ۔ جس کے نتیجے میں وہ فرح جو کہ وادی ہلمند میں واقع ہے پہنچے جہاں آن کا انتقال ہوا ۔ لیکن مکران کے ذکریوں کا خیال ہے کہ وہ فرح سے غائب ہو گئے ۔ مکہ مکرمہ اور شام کے بعض مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد وہ ایران سے براستہ لار (لارستان) کیچ میں داخل ہوئے ۔ اور کوہ مراد پر ڈیرہ ڈالا جہاں دس سال تک انھوں نے اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ کی ۔ اور اس علاقے کی مکمل آبادی کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کرنے کے بعد انتقال فرمایا“[1]

بعض مؤرخین کے نزدیک ذکری مذہب دراصل مہدوی تحریک کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے ۔ آن کے نزدیک شاید محمد جون پوری کے بعض خلفاء نے مہدوی

---

* لیکچرر شعبہ اسلامیات بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ

تحریک کے نظریات کا مکران میں پرچار کیا ہوگا - جس کے نتیجے میں مہدوی تحریک کو مکران میں پذیرائی حاصل ہوئی ہوگی - ڈاکٹر قمرالدین اپنے ایک مقالے میں تحریر کرتے ہیں کہ اغلب امکان یہی ہے کہ میاں عبداللہ نیازی کی کاوشوں سے مکران کے بلوچ قبائل نے مہدوی نظریات و عقائد اختیار کیے - ۲

مکران کے ذکریوں کا شروع ہی سے یہ خیال رہا ہے کہ اُن کے مذہب کا بانی ملا محمد اٹکی ہے، ملا محمد اٹکی کے حالات اور نسب کے بارے میں تاریخ بالکل خاموش ہے - ملا محمد اٹکی کے بارے میں مولانا عبدالحق بلوچ سابق ممبر قومی اسمبلی پاکستان اپنے والد مولانا محمد حیات کے حوالہ سے یوں بیان کرتے ہیں کہ "یہ شخص بنیادی طور پر سید محمد جونپوری کی مہدوی تحریک کے متأثرین میں سے تھا - جب ہندوستان میں مہدیوں پر سختی کی گئی - تو یہ لوگ افغانستان اور ایران کی طرف نکل گئے - اور اس طرح یہ تحریک تحلیل ہو کر معدوم ہو گئی - ملا محمد اٹکی کسی طریقے سے پنجاب سے افغانستان کے راستے مکران داخل ہو گیا - مکران کے شمالی اور مغربی علاقے اس زمانے میں باطنی اسماعیلی تحریک کے لیے جائے پناہ بن گئے تھے - اس کی وجہ یہ تھی کہ ایران میں صفویوں نے باطنی تحریک کا صفایا کر دیا تھا - یہ لوگ صفوی حکمرانوں کے خوف سے مکران جیسے دور افتادہ اور نسبتاً غیر معروف علاقوں میں آ کر پناہ گزین بن گئے تھے -

محمد اٹکی کی ملاقات ان اسماعیلی داعیوں سے ہو گئی - بنیادی طور پر دونوں گروہوں کا تعلق زیر عتاب اقلیتوں سے تھا - باطن پرستی میں بھی دونوں کا مسلک ملتا جلتا تھا - وحدۃ الوجود کی مسخ شدہ شکل پر دونوں متفق تھے - اور عقیدہ مہدی پر یکساں تصور کے حامل تھے - ان مشترکات نے فضا کو سازگار بنانے میں اہم کردار ادا کیا - باطنی تحریک نے اسلامی عقائد کی مضبوط بنیادوں کو پہلے سے متزلزل کر دیا تھا - اور اوہام پرستی کی تخم ریزی کر دی تھی - جہالت نے اس کی مناسب آبیاری کی اور اس طرح کی ایک فضا میں اس نئے دین نے جنم لیا - لگتا ہے کہ دعوی نبوت کا آغاز اس نے بمپور سے کیا تھا - وہاں سے قصرقند، سرباز اور تربت پہنچے - مقامی حاکموں نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور ایک دوسرے تک اس کو پہنچاتے رہے - ذکری دین میں باطنی اصطلاحات اور باطنی طریق کار کا وجود اسی باطنی تحریک کے ساتھ اتصال کے نتیجے میں آ گئے"۳ مولانا عبدالحق بلوچ کے اس بیان کی تصدیق ہمیں کسی دوسرے ذرائع سے نہ ہو سکی - اور نہ ہی ملا محمد اٹکی کے حالات کا تفصیلی علم ہو سکا - سٹیفن پاسٹنر Stephen Pastner نے ذکری تحریک کے بانی کا نام خدائیداد خان تحریر کیا ہے -۴ جبکہ اس بیان کی کسی دوسری تحریر یا تاریخی ماخذ سے ہمیں کوئی سند نہیں مل سکی -

مہدی جون پوری کے انتقال کے بعد اس کے بعض پیروکار مختلف دائروں میں منقسم ہو گئے ۔ اس وجہ سے انھیں ہندوستان میں ''اھل دائرہ'' کے نام سے منسوب کیا جانے لگا ۔ ان ''اھل دائرہ'' میں سے ایک رہنما شیخ عماد الدین متوفی ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۱ کا بلوچستان سے ۱۰۸۹ھ/بمطابق ۱۶۷۸ء میں گزر ہوا ۔ شیخ موصوف فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے براستہ بلوچستان سرزمین مقدس جا رہے تھے کہ اثناء سفر انھیں کچھ روز ڈھاڈر میں قیام کرنا پڑا ۔ جہاں انھیں اور ان کے ساتھیوں کو مہدوی عقائد کی پاداش میں مرزا خان پسر جیون خان حاکم ڈھاڈر کے ہاتھوں مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا ۔ جس کا ذکر موصوف نے اپنے ایک خط (محررہ ۶۷۸ ء) میں کیا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ مصائب و آلام جو انھیں اہالیان ڈھاڈر کے ہاتھوں سہنے پڑے ۔ وہ بر بنائے مذہبی تعصب ان پر روا رکھے گئے ۔[۵] شیخ عماد الدین کا گزر بلوچستان سے ایسے زمانے میں ہوا جب مکران پر بلیدیوں کی حکومت تھی اور بلیدیوں کے عہد ہی میں ذکری تحریک مکران میں شروع ہوئی ۔ ہو سکتا ہے کہ اسی شیخ عماد الدین کے توسط سے مہدوی تحریک اور اس کے معتقدات سرزمین مکران تک پہنچے ہوں ۔

مکران میں بو سعید نامی شخص نے بلیدی خاندان کی حکومت قائم کی تھی ۔ مکران پر پہلے ہوت خالدان کی حکومت تھی ۔ ان کے بعد ملک آ گئے ۔ ملک میرزا کی حکومت کا ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۵ء تک سراغ ملتا ہے ۔ ان کے بعد بلیدی برسر اقتدار آ گئے اور بلیدیوں کی حکومت ۱۱۳۵ھ/۱۷۴۰ء پر ختم ہوئی اور گچکی حکومت نے اس کی جگہ لے لی ۔ بلیدیوں کے دور اقتدار میں مکران میں ذکری عقائد و نظریات کی اشاعت و ترویج ہوئی ۔ اس خاندان کے اقتدار سے قبل مکران میں ذکری تحریک کا کوئی وجود نظر نہیں آتا۔ بوسعید وادی ھلمندکےمقام ''گرم سیل'' جوکہ فرح سے قریب تھا۔ سے مکران میں وارد ہوا ۔ چونکہ وہ سید محمد جون پوری کا ہمعصر تھا ۔ اس وجہ سے بعض مؤرخین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس کی مہدی جون پوری سے ملاقات ہوئی ہوگی اور اس نے مہدوی عقائد و نظریات اپنا لیے ہوں گے ۔ جب بوسعید نے سترھویں صدی کے اوائل میں مکران پر اقتدار حاصل کیا ۔ تو اس کی آمد کے ساتھ مکران میں ذکری تحریک کی داغ بیل پڑی اور بلیدی مکران کے پہلے ذکری حکمران بنے ۔[۶]

مندرجہ بالا بیانات اور حوالہ جات کے علی الرغم وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ مکران میں ذکری تحریک کا آغاز کب ہوا اور کس توسط سے ذکری نظریات و معتقدات بلوچستان کے ساحلی علاقوں تک پہنچے ۔ لیکن اتنا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بلیدیوں کے دور اقتدار میں اس تحریک کو کافی طاقت

اور پذیرائی حاصل ہوئی۔ بعد ازاں گچکی خاندان برسر اقتدار آیا۔ تو ان کے دور اقتدار میں طاقت کے بل بوتے پر اس تحریک کو آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی۔
نتیجتاً مکران میں ذکری تحریک نے کافی عروج حاصل کیا۔ اغلب امکان بھی ہے کہ یہ تحریک مہدوی تحریک کے باقیات میں سے ہے۔ لیکن اس کے معتقدات اور نظریات مہدوی تحریک کے نظریات اور معتقدات سے کلیتہً جدا ہیں۔

بلیدی خاندان کا مکران میں پہلا فرمانروا ابو سعید تھا۔ بلیدیوں کے عہد سے قبل مکران میں ملک خاندان برسر اقتدار تھا۔ اس خاندان کا آخری فرمانروا ملک مرزا تھا۔ جو تقریباً ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۵ء کے بعد تک مکران میں برسر اقتدار رہا۔ ابو سعید نے میر عیسیٰ گچکی کو اپنا ہمنوا بنا کر ملک مرزا کو قتل کروا دیا۔ ابو سعید نے کیچ کا علاقہ اپنے پاس رکھا۔ اور پنجگور کا علاقہ گچکیوں کے تصرف میں دے دیا۔ مکران پر بلیدیوں کے کل نو حکمرانوں نے حکومت کی۔ جن میں بوسعید۔ شیخ شکراللہ۔ شیخ قاسم۔ شیخ زہری۔ شیخ حسین۔ شیخ عبداللہ۔ شیخ قاسم اور شیخ بلال کے نام آتے ہیں۔ بلیدی خاندان کے آخری حکمران شیخ بلال نے ذکری عقائد و نظریات کو ترک کر دیا تھا۔ گچکیوں اور بلیدیوں میں اقتدار کی رسہ کشی شروع سے جاری تھی۔ گچکی پورے مکران پر قابض ہونا چاہتے تھے اور بلیدی ان کے سب سے بڑے حریف اور مکران کے حکمران چلے آرہے تھے۔ بلیدیوں کو جب گچکیوں کی ریشہ دوانیوں سے خطرہ لاحق ہوا۔ تو انہوں نے دوبارہ اسلام قبول کر کے آس پاس کے مسلمان حکمرانوں سے تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی۔ اور خاص طور پر نادر شاہ افشار سے راہ و رسم پیدا کی۔ چونکہ ملک دینار ولد ملا مراد گچکی نے ذکری عوام کو ساتھ ملا کر بلیدیوں کے آخری نو مسلم فرمانروا شیخ بلال کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے اس کے مرتد ہونے کا اعلان کر دیا۔ عوام کافی مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے تمپ کے قلعہ پر شیخ بلال کا محاصرہ کر کے ۱۱۳۵ھ/۱۷۴۰ میں اسے شہید کر دیا اور اس طرح مکران پر گچکی خاندان کی حکومت مکمل ہو گئی۔[۷]

ملک دینار گچکی کا دور اقتدار ذکریوں کے لیے بہت طاقت اور عروج کا باعث بنا۔ کیونکہ اس عہد حکومت میں ذکری عقائد کی تبلیغ و اشاعت میں کافی تشدد سے کام لیا گیا، جو لوگ ذکری عقائد کے حامل نہیں تھے۔ انہیں ''نمازی'' کے نام سے پکارا جانے لگا۔ آج تک مکران میں ذکری مذہب کے پیروکار غیر ذکریوں کے لیے ''نمازی'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ میر نصیر خان نوری والی قلات کو جب اس تحریک اور اس کے پیروکاروں کی سرگرمیوں کا علم ہوا تو اس نے ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء میں ان کے خلاف اعلان جہاد کیا۔ اور مکران پر لشکر کشی کی۔ ایک روایت کے مطابق اس دور کے مشہور عالم اور بزرگ

شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری نے نصیر خان کو ذکریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اور شاہ فقیراللہ علوی خواتین قلات کا خاندانی مرشد تھا۔[۸] جناب نصیر خان نوری نے مکران پر فوج کشی کی تو اس وقت ملک دینار گچکی جو ذکریوں کا رہنما اور مکران کا حکمران تھا۔ نے میر نصیر خان نوری کے لشکر کا مقابلہ کیا۔ لیکن وہ شکست سے دوچار ہو کر گرفتار ہوا۔ بقول میر گل خان نصیر "میر نصیر خان نے ملک دینار کو نماز پڑھنے کو کہا۔ لیکن ملک دینار نے انکار کر دیا۔ قاضی اور علماء نے ہر چند ملک دینار کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اپنی ضد پر ڈٹا رہا۔ الغرض میر نصیر خان نے ناامید ہو کر اس کے قتل کا حکم دے دیا میر نور محمد بلیدی نے تلوار نکال کر ملک دینار کا سر تن سے جدا کر دیا۔[۹] ملک دینار کا بیٹا ملک عمر بھاگ کر ناصر آباد کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ لیکن اسے بھی بالآخر گرفتار کر کے قلات کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ جہاں اس نے اپنے مذہبی معتقدات سے توبہ کر لی۔ چنانچہ میر نصیر خان نوری نے اسے دوبارہ کیچ کا حکمران بنا دیا۔ ملک دینار کے زوال سے ذکری تحریک کو مکران میں ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ مولانا عبدالحق لکھتے ہیں "ایک زبردست عروج کی صدی کے بعد ایک انتہائی زوال کا دور شروع ہو گیا۔ اُن کے ذکر خانے بند کیے گئے۔ حج کوہ مراد پر باقاعدہ پابندی لگا دی گئی۔ اُن کے علمی ذخائر میں جس قدر مسودات و مخطوطات ملے۔ سب تلف کر دیے گئے۔ اُن کو مباح الدم والاموال قرار دے دیا گیا۔ اس طرح گذشتہ ایک صدی کا پورا انتقام اِن سے لے لیا گیا۔[۱۰] میر نصیر خان نوری کی خدمات کو سراہتے ہوئے سلطان ترکی نے انہیں "غازی الدین" اور "ناصر ملت محمدیہ" کے خطابات سے نوازا۔"

ذکری تحریک یا مذہب کو "ذکری" کا نام اس لیے دیا گیا کہ اس تحریک سے وابستہ افراد اسلام کی ظاہری عبادت کے برعکس صرف "ذکر" ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔[۱۲] ان کے نزدیک "ذکر" ہی صلواۃ یعنی نماز کا متبادل ہے۔ اُن کی عبادات میں زیادہ محافل ذکر کا انعقاد ہوتا ہے۔ جہاں محافل ذکر کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس کو مسجد کی بجائے "ذکرانہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ذکرانہ کا رخ کسی خاص سمت نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی محراب ہوتی ہے۔ کسی بھی کمرے یا جھگی کو عبادت کے لیے مخصوص کر دیا جاتا ہے۔[۱۳] ذکری داعی کے نام سے بھی موسوم کیے جاتے ہیں۔ داعی بلوچی زبان کے لفظ "داہ" سے ملتا جلتا ہے۔ اور اس کے معنی پیغام کے ہیں[۱۴]۔ ذکریوں کی اپنی کوئی دینی کتاب نہیں۔ بلکہ وہ قرآن مجید کو اپنی دینی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس کی باقاعدہ تلاوت کرتے ہیں۔ اور اسے داعی کہہ کر پکارتے ہیں[۱۵]۔

جہاں تک ذکریوں کی مذہبی عبادات کا تعلق ہے ۔ تو یہ عموماً دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہیں ۔ ایک ذکر اور دوسری کشتی ۔ ذکر روزانہ اور مقررہ وقتوں کے بعد کیا جاتا ہے ۔ جبکہ کشتی کا اہتمام خاص مواقع اور مقررہ تواریخ پر کیا جاتا ہے ۔ ذکر دو اقسام کا ہوتا ہے ۔ ایک ذکر جلی کہلاتا ہے ۔ اور دوسرا ذکر خفی کے نام سے موسوم ہے ۔ ہر ذکر دس سے بارہ سطور پر مشتمل ہوتا ہے ۔ اور روزانہ چھ مرتبہ کیا جاتا ہے ۔ ذکر درج ذیل اوقات میں کیا جاتا ہے ۔ اور اس کے اوراد مختلف ہوتے ہیں ۔

۱۔ لا الہ کا ذکر جو کہ ذکر خفی ہوتا ہے ۔ صبح سویرے گھر میں تیرہ مرتبہ کیا جاتا ہے ۔

۲۔ سبحان اللہ یرجعو ۔ یہ ذکر جلی ہے ۔ یہ بوقت صبح (گوربام) بہ آواز بلند کیا جاتا ہے ۔ اور آخر میں سجدہ کیا جاتا ہے ۔ سجدہ ذکر خفی سے شروع کیا جاتا ہے جس کے الفاظ کچھ یوں ہیں ۔ حسبی ربی جل جلالہ ۔ طلوع آفتاب تک یہی ورد جاری رہتا ہے اور طلوع آفتاب کے بعد سجدہ کیا جاتا ہے ۔

۳۔ سبحان اللہ یرجعو ۔ یہ ذکر جلی ہے ۔ جو بوقت مہر نیم روز (نیم روچ ذکر) ورد کیا جاتا ہے ۔ اور اس میں کوئی سجدہ نہیں ہوتا ۔

۴۔ سبحان اللہ یرجعو ۔ یہ ذکر خفی ۔ جو آفتاب کے پیلے پڑ جانے (روچ زردء ذکر) پر کیا جاتا ہے ۔ اور یہ غروب سے ذرا پہلے کا ذکر ہے ۔ آفتاب کے غروب ہوتے ہی سجدہ کیا جاتا ہے ۔

۵۔ سر شپء ذکر ۔ یعنی عشاء کے وقت کا ذکر ہے ۔ جو کہ ذکر جلی کی صورت میں بہ آواز بلند ورد کیا جاتا ہے ۔ اس میں سوائے ''سبحان'' کے ذکر کے دیگر الفاظ کو با الفاظ بلند دہرایا جاتا ہے ۔

۶۔ نیم ہنگامء ذکر ۔ یعنی ذکر نیم شبی ۔ یہ ذکر خفی ہے ۔ فرداً فرداً کلمہ لا الہ الا اللہ کا ایک ہزار مرتبہ ورد کیا جاتا ہے ۔ اور ہر سو پورے ہونے پر ایک سجدہ ادا کیا جاتا ہے'' [۱۶]

ذکریوں کا دوسرا طریق عبادت ''کشتی'' کہلاتا ہے ۔ کشتی کا انعقاد خاص مواقع پر کیا جاتا ہے ۔ کشتی ایک خاص قسم کی عبادت ہے ۔ اس میں شریک افراد ایک دائرہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں ۔ ایک مرد یا عورتیں دائرہ کے وسط میں

آ کر مہدی کی صفت و ثناء کے الفاظ کو دہراتے ہیں ۔ جب گانے والے ''یا ہادی'' کا نعرہ لگاتے ہیں تو دائرہ میں بیٹھے ہوئے افراد پکار اٹھتے ہیں ''گل مہدیا''۔ کشتی پیدائش ، ختنہ اور شادی کی تقریبات کا ایک جزو لاینفک ہے ۔ کشتی کے انعقاد کے لیے کوئی دن یا وقت مقرر نہیں ہوتا ۔ کسی بھی وقت کشتی کا انعقاد ہو سکتا ہے ۔ ایسی جمعہ کی رات جو چاند مہینے کی چودھویں تاریخ کو پڑے ۔ اس رات کشتی کا انعقاد زیادہ افضل متصور ہوتا ہے ۔ ایسی رات میں کشتی کا انعقاد لازمی طور پر کیا جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ عید الاضحیٰ کی قربانی سے فارغ ہو کر دوسرے دن بھی عموماً کشتی کا انعقاد کیا جاتا ہے ۔ لیکن اس محفل کشتی کا انعقاد رات کے وقت کیا جاتا ہے ۔ یکم یا دہم ذوالحجہ کی شبوں میں کشتی کی مجلس کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے ۔ لیکن اولیں ذوالحجہ کی شب کشتی کی محفل کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے ۔[۱۷]

کشتی کے علاوہ ایک اور طریق عبادت بھی ذکریوں میں مروج ہے جو چوگان کے نام سے موسوم ہے ۔ چوگان کا انعقاد شادی بیاہ کے مواقع پر ہوتا ہے ۔ جس میں نوجوان ذکری رقص کرتے ہوئے مہدی کی ثناء میں گیت گاتے ہیں ۔ اس کا انعقاد عموماً رات کو ذکرانہ کے آگے کیا جاتا ہے ۔ چوگان کے مواقع پر ہزاروں کی تعداد میں اشعار پڑھے جاتے ہیں ۔ چوگان کے شرکاء کو ''جوابی'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۔[۱۸] چوگان ایک سماجی رقص ہے ۔ جیسے ذکریوں کے ہاں نفل عبادت کا درجہ حاصل ہے ۔ چوگان کے شرکاء (مرد عورتیں) دائرے میں کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ دائرے کے وسط میں ایک خوش گلو عورت کھڑی ہو کر مہدی کی صفت اور ثناء پر مشتمل اشعار گاتی ہے ۔ دائرے میں شریک تمام افراد جنہیں ''جوابی'' کہا جاتا ہے ۔ گانے والی کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ پر محو رقص ہو جاتے ہیں ۔ اور شعر کا آخری مصرع بیک زبان ('وارین زیمل Chorus) دہراتے ہیں ۔ سال میں سب سے بڑا چوگان ۲۷ رمضان المبارک اور دس ذوالحجہ کو منعقد ہوتا ہے ۔[۱۹]

موجودہ دور میں کشتی اور محافل چوگان کا اہتمام مردوں اور خواتین کے لیے علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے ۔ کامل القادری نے اپنے ایک مضمون ''کوہ مراد'' میں کشتی کی محفل کے بارے میں لکھا ہے کہ اب مردوں اور عورتوں کا مخلوط کشتی کا رواج شاذو نادر ہے ۔ گاؤں اور شہروں میں عورتیں زنانہ مجلس ذکر اور کشتی منعقد کرتی ہیں ۔ جس میں مرد شریک نہیں ہو سکتے ۔ اور نہ مردوں کی

مجلس میں، عورتوں کو شریک کیا جاتا ہے - عام طور پر مشہور ہے کہ ان کی مجالس میں بداخلاقی اور ناشائستہ حرکتیں بھی ہوتی ہیں - راقم السطور نے اس قسم کی باتوں کو افسانہ اور فسوں سے زیادہ نہیں پایا - یہ تمام باتیں من گھڑت اور محض تعصب و خباثت نفس کی پیداوار ہیں -''۲۰

جہاں تک ذکریوں کے عقائد کا تعلق ہے - اُن کو مختصر طور پر ذیل میں بیان کیا جاتا ہے -

''۱- دستور محمدی ختم ہو چکا ہے - اور مہدی نے ان کی جگہ لے لی ہے -

۲- آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد قرآن کریم کے لفظی معانی کی تبلیغ تھی - لیکن مہدی کے سپرد اس کی تاویل تھی - اور وہ صاحب تاویل ہیں -

۳- نماز متروک ہو چکی ہے اور اس کی جگہ ذکر کا نفاذ ہوا ہے -

۴- روزہ رکھنا فرض نہیں -

۵- کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ محمد مہدی رسول اللہ ہے -

۶- ۱/۴۰ زکوۃ کی بجائے ۱/۱۰ عشر دینا چاہیے -

۷- اس دنیا اور اس کی چیزوں سے گریز کرنا چاہیے''۲۱

ذکری تحریک سے وابستہ افراد حج کا فریضہ تربت ہی میں ''کوہ مراد'' پر ادا کرتے ہیں - ذکری مذہب کے پیروکار ''کوہ مراد'' کو خانہ کعبہ کا قائم مقام تصور کرتے ہیں - قیام پاکستان سے قبل ذکری اس پہاڑ کی زیارت کو حج کا درجہ دیتے تھے - لیکن پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد اس کو محض زیارت کا نام دیا جانے لگا -۲۲ میر گل خان نصیر نے ''کوہ مراد'' کے بارے میں تحریر کیا ہے ''کوہ مراد کی زیارت پر ہر سال بلوچستان اور کراچی کے ذکریوں کا اجتماع ہوتا ہے - کوہ مراد کے عین اوپر ایک سیاہ پتھر نصب ہے - جس کے گرداگرد ذکری طواف کرتے ہیں اور حجر اسود کی طرح اسے بوسہ دیتے ہیں -۲۳ کوہ مراد کے علاوہ ذکریوں کے تین اور مقدس مقامات ہیں - ایک کو ''شیریں دو کورم'' دوسرے کو ''گلیں زمین'' اور تیسرے کو ''ہریں کہور'' کہتے ہیں - یہ تینوں مقام تربت میں واقع ہیں - شیریں دو کورم ایک پہاڑی ندی ہے - گلیں زمین ایک سفید قطعہ اراضی ہے - اور ہریں کہور ایک درخت ہے - جس کے متعلق ذکری کہتے ہیں کہ ان کی مقدس کتاب اس درخت سے برآمد ہوئی - ذکری اپنی یہ کتاب

کسی کو نہیں دکھاتے۔ صرف ان کے مذہبی پیشوا یعنی ملائی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ ذکریوں کا خلیفہ جو ملا مراد کا جانشین ہوتا ہے۔ کاگ کے مقام پر رہتا ہے۔ جو کیچ کے علاقہ میں، ایک گاؤں اور نخلستان ہے[۲۴]۔

سماجی لحاظ سے ذکریوں کو مکران میں کافی اثر و رسوخ حاصل ہے۔ ذکریوں کے بعض اہل قلم حضرات نے علم و ادب میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ مکران کے قدیم فارسی گو شعراء کی اکثریت ہمیں ذکری مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی نظر آتی ہے۔ ان میں شئے محمد درفشانی۔ میر عبداللہ جنگی۔ شئے سلیمان۔ شئے جلال۔ شئے امان۔ شئے نصیرالدین۔ ملا شیر دوست۔ ملا ابا بکر۔ میر شیر علی جنگی۔ مولانا خوش قدم جنگی۔ اور شئے گل محمد کے نام مشہور ہیں[۲۵]۔ ذکری مذہب کے پیروکار مکران میں رخشان۔ کیچ۔ کلانچ اور کامت میں۔ لسبیلہ میں اورماڑا۔ میانی اور بیلہ میں۔ جھلاوان میں مشکے اور گریشہ کے علاقہ میں آباد ہیں۔ اس تحریک میں بلوچستان کے مختلف قبائل مثلاً بزنجو۔ ساجدی۔ سنگر۔ میان زئی۔ ہومرانی۔ محمود دانی اور سندوانی کے افراد شامل ہیں۔ ذکریوں کی صحیح تعداد کے بارے میں اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق مکران میں ذکریوں کی تعداد 16,433 ، جھلاوان میں 4970 ، لسبیلہ میں 6068 ، خاران میں 116 ، اور کوئٹہ میں صرف ایک آدمی ذکری مذہب سے تعلق رکھتا تھا، اس طرح ان کی کل تعداد 27,588 تھی[۲۶]۔موجودہ دور میں ذکریوں کی صحیح تعداد کا تعین کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن اتنا وثوق سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان کی تعداد میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔ کیونکہ مکران میں اس تحریک کے خلاف مختلف ادوار میں کاروائیاں کی گئیں۔ ۱۷۷۸ء میں میر نصیرخان نوری نے ذکریوں کے خلاف اعلان جہاد کر کے ان کو کافی نقصان پہنچایا۔ ۱۹۳۵-۳۶ء میں خان آف قلات میر احمد یار خان نے علماء کے کہنے پر ایک تبلیغی جماعت مکران کے علاقہ میں روانہ کی تھی۔ جس میں قلات کے مولوی عرض محمد صاحب، پنجگور کے مولوی عبدالرب صاحب اور کیچ کے قاضی نور محمد شامل تھے۔ علماء کی اس جماعت نے ذکریوں کی ہدایت کے لیے تشدد کا راستہ اختیار کیا۔ جس وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں ذکری مذہب کے پیروکار مکران چھوڑ کر لسبیلہ اور کراچی منتقل ہو گئے۔ جہاں ان کے نمائندوں نے وائسرائے ہند کے پاس دہلی جا کر خان آف قلات اور اس کے فرستادہ علماء کی شکایت کی۔ بالآخر وائسرائے ہند کے حکم سے ذکریوں کے خلاف کارروائی روک دی گئی۔[۲۷] ۱۹۳۶ء میں ایرانی بلوچستان کے علاقہ کاشی کور Kashikore میں

بھی ذکریوں پر تشدد کیا گیا ۔ ذکریوں کے ایک رہنما مولوی نور محمد نے رضا شاہ پہلوی کے دربار کا قصد کیا ۔ تاکہ وہاں جا کر اپنی مظلومیت کی داستان سنا سکیں ۔ لیکن کراچی پہنچنے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس نے اپنی ایک نظم میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے ۔ اس نظم کا پہلا شعر کچھ یوں تھا ۔

از عدل پہلوی تو اے سایہ خدائے
بس داد خون نا حق شیخانم آرزو است

مولوی نور محمد نے جو نظم لکھی تھی ۔ اس کا عنوان کچھ یوں تھا ۔
خطاب بہ قاضی عبداللہ سرباز قاتل ذکری شیخان عرض تظلم بہ اعلحضرت
ناجی ملت ایرانی ۔[۲۸]

موجودہ دور میں مکران میں گو ذکریوں کا اثر و رسوخ زیادہ نہیں رہا ۔ لیکن مکران ابھی تک اس مذہب کے پیروکاروں کا مرکز ضرور ہے ۔ جہاں ہر سال رمضان المبارک کے مہینے میں ہزاروں کی تعداد میں ذکری ''کوہ مراد'' کی زیارت کے لیے آتے ہیں ۔ کراچی میں بھی ذکریوں کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے ۔ کراچی میں رہنے والے ذکری زیادہ منظم ہیں ۔ ان کی وہاں اپنی تنظیمیں ہیں ۔ کراچی کے رہنے والے ذکری اپنے مذہب کا لٹریچر شائع کر رہے ہیں ۔ اور اس تحریک سے وابستہ افراد کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں ۔

حوالہ جات

۱- Henry Field, *An Anthropological Reconnaissance in Pakistan*, Cambridge, U.S.A., 1959, P. 59

مزید دیکھیے
پروفیسر الور رومان ، مترجم بلوچستان کے قبائل : ضلعی گزیٹیر سے انتخاب ، کوئٹہ (نساء ٹریڈرز) ۱۹۸۹ء صفحات ۸۷-۳۸٦

۲- Dr. Qamaruddin, "The Dhikris of Makran", in *Studies in Islam*, Vol. V, (April October) 1969, P. 107

۳- عبدالحق بلوچ ، ذکری مسئلہ ، تربت ، ۱۹۹۲ء صفحات ٦۷ تا ٦۹

۴- Stephen, L. Pastner, "Feuding with the Spirit Among the Zikri Baloch : The Saint as Champion of the Dispised" in *Islamic Tribal Societies from Atlas to India*, Ed. Akbar S. Ahmad and David M. Hard, London, 1984, P. 304

۵- مقالات حافظ محمود شیرانی جلد دوم مرتبہ مظہر محمود شیرانی ، لاہور (مجلس ترقی ادب) ۱۹٦٦ء ص ۱۹٦

٦- Dr. Qamaruddin, *The Mahdawi Movement in India*, Delhi, 1985, PP. 218-19

۷- مولوی عبدالمجید بن مولوی محمد اسحاق ، ذکری مذہب اور اسلام ، تربت (مجلس تحفظ ختم نبوت) ۱۹۸۹ء ، صفحات ۲۸ - ۲۷

۸- عبدالحق بلوچ ، ذکری مسئلہ ، ص ۴۷

۹- میر گل خان نصیر ، تاریخ بلوچستان ، کوئٹہ (قلات پبلشرز) ۱۹۷۹ء ص ۵۹

۱۰- عبدالحق ، ذکری مسئلہ ، ص ۷۷

۱۱- Mir Ahmad Yar Khan, *Inside Baluchistan : A Political Autobiography*, Karachi (Royal Book Company) 1975, P. 84

۱۲- ک - پیکولین ، باوچ ترجمہ شاہ محمد مری ، لاہور (مکتبہ فکر و دانش) ، ۱۹۸۸ ، ص ۱۰۲

۱۳- بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) ایم عثمان حسن ، بلوچستان رہور تاژ ، کوئٹہ ۱۹۸۷ء ص ۲۷۳